Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 3
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

عدنان عامر
پی ایچ۔ڈی، ریسرچ اسکالر، شعبہ لسانیات وادبیات اُردو قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور
ڈاکٹر تحسین بی بی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات وادبیات اُردو قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

میرزا ادیب کے ڈراموں کا موضوعاتی تجزیہ

Adnan Aamir
Ph.D Research Scholar, Department of Linguistics and Literature
Qurtuba University of Science and Technology, Peshawa
Dr. Tahseen Bibi
Associate Professor, Department of Linguistics and Literature Qurtuba University of Science and Technology, Peshawar

A Thematic Analysis of Mirza Adib's Plays

Mirza Adeeb is an accomplished playwright in the field of Urdu Dramas. He proved his mettle especially in the field of one-chapter dramas. Mirza Adeeb has always tried to make people understand his point of view by resorting to simple words and short dialogues. Instead of expressing the feelings and sentiments of the common man, he highlighted the problems of the people belonging to the middle class. Due to which his dramatic art was well received. The name of Mirza Adeeb will be written in golden letters.

Key Words: Short Dialogues, Middle Class, One Act Plays, Human Conscience, Allegorical Style.

اُردو زبان و ادب ایک نہایت وسیع و عریض میدان ہے جو کہ دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ جس میں ایک حصہ نظم اور دوسرا حصہ نثر کہلاتا ہے۔ نظم کی عام طور پر تعریف یوں کی جاتی ہے کہ کلامِ موزوں نظم ہے۔ یا ایسا کلام جس میں ربط و تسلسل ہو۔ جب کہ وہ کلام جو غیر موزوں ہو نثر کہلاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر نثر سے مراد تِتر بِتر یا بکھری پڑی چیزیں

Corresponding Author's Email: adnanaamir30@gmail.com

بھی ہے۔ نثر کو ہم مزید دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جس میں اول نثر ”بلحاظِ موضوع اور مزاج“ جب کہ دوم نثر ”بلحاظِ ہیئت“۔ موضوع اور مزاج کے حوالے سے نثر کی دو بڑی اقسام (افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب) جب کہ ہیئت کے حوالے سے نثر کی بہت سی اقسام موجود ہیں۔

اُردو زبان و ادب میں خاص طور سے ڈراما، داستان، افسانہ یا ناول کے لئے کہانی اولین شرط ہے۔ تاہم ان میں جتنی پذیرائی صنفِ ڈراما کو میسر ہوئی اتنی کسی دوسری صنف کو نصیب نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ اکثر و بیشتر عوام کی ان اصناف سے عدم دلچسپی یا پھر وقت کی قلت ہے۔ کیونکہ آج کل کے مصروف اور کمپیوٹر کے تیز ترین دور میں لوگ داستان، افسانہ یا ناول پڑھنے کو اُس طرح ترجیح نہیں دیتے جس طرح آج سے پچیس تیس سال پہلے دیا کرتے تھے۔ اب زیادہ تر یہ چیزیں صرف اور صرف اُردو زبان و ادب سے شغف رکھنے والے ایک مخصوص ٹولے یا پھر اس زبان و ادب کے اساتذہ کرام اور طلبہ تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک ڈراما نگار اگر ڈراما کی تمام تر باریک بینیوں، عوام کی دلچسپی اور دورِ حاضر کے رجحانات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ڈراما لکھے تو وہ راتوں رات شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتا / جاتی ہے۔

”نقل اتارنا اور اس سے حظ پانا دونوں فعل فطری ہیں اور ڈرامے کی پیدائش میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔“(۱)

ڈراما اپنی عملی خاصیت کی بنا پر تمام عمر کے افراد اور ہر صنف میں یکساں مقبول ہے۔ اس کے وسیلے سے انسانی زندگی کے مختلف مسائل، پہلوؤں اور مشکل سے مشکل حالات و واقعات کو با آسانی اُجاگر کیا جا سکتا ہے۔ دیگر اصناف کی بہ نسبت اُردو ڈراما کو دوام بخشنے اور اسے مقبولِ عام بنانے والے عناصر میں عوام کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ جن چیزوں کا کردار اہم ہے اُن میں ٹیلی ویژن، ریڈیو، تھیٹر اور سینما حال قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام اشیا میں سب سے پہلے ٹیلی ویژن پھر ریڈیو اور بعد میں تھیٹر اور سینما حال وغیرہ کا نمبر آتا ہے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں ٹیلی ویژن تقریباً ہر گھر میں موجود ہے اور گھر کے قریباً تمام عمر کے افراد اس کے مختلف پروگراموں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ٹی وی کی پسندیدگی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے مرہونِ منت لوگوں کو باہر جانے کے جھنجھٹ سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ یعنی وقت اور پیسہ دونوں کی بچت ہوتی ہے۔ اسی طرح ریڈیو جو کچھ عرصہ قبل لوگوں میں کافی مقبول و معروف تھا لیکن موبائل کے استعمال میں اضافے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اس کی شہرت ماند پڑتی چلی گئی تاہم بعض جگہوں پر اب بھی یہ اپنی افادیت بر قرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھیٹر اور سینما حال بھی مختلف قسم کی سرگرمیوں کے علاوہ فلم اور خاص طور سے ڈرامے کی صنف کو مقبولِ عام بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ڈراما ناظرین میں اس لئے بھی مقبول ہے کیونکہ اکثر لوگوں کو اپنی زندگی میں رونما ہونے والے یا بیتے ہوئے حالات مثلاً غمی، خوشی، کامیابی، ناکامی، انتقام، زیادتی، اچھائی، بُرائی، حتیٰ کہ تمام واقعات کا عکس اپنے خیالات کی پرچھائی میں کرداری صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ تقریباً ۸۰ سے ۹۰ فیصد لوگ ڈراموں کی کہانیوں اور اُن میں موجود مختلف کرداروں کو اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں یا پھر اپنے آپ سے تشبیہ دیتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ پروفیسر وقار عظیم ایک جگہ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"ڈرامے اور اس کے مقابلے میں کہانی کی دوسری قسموں میں سب سے بڑا اور حقیقت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ڈرامے کے علاوہ کہانی ہر صنف کی تصنیف و تخلیق پڑھنے کے لئے (یا مطالعے کے لیے) ہوتی ہے۔"(۲)

ڈراما چونکہ عملی طور پر کر کے دکھانے کی چیز ہے اسی لئے اسٹیج اس کا لازمی عنصر ہے۔ اسٹیج دراصل ڈرامے کا باقاعدہ حصہ تو نہیں لیکن ڈرامے کی پیشکش کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ ڈراما بغیر اسٹیج کے ادھورا ہے۔ ایک ڈراما نگار ڈراما لکھتے وقت اس کے تمام بنیادی اجزائے ترکیبی کے ہمراہ اسٹیج کا بھی خاص طور سے خیال رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے تمام تقاضوں کو پورا کئے بغیر ڈراما کی کامیابی کا تصور بے سود ہے۔ دیگر اصناف کے مقابلے میں ڈراما کے اندر موجود کرداروں کی حرکات و عمل اسے ممتاز کرتے ہیں۔ ڈراما کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جب تک اسے کاغذ سے اٹھا کر عملاً پیش نہ کیا جائے اس کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا حق ادا ہوتا ہے۔ دیگر اصناف کے مقابلے میں اس کی افادیت اور انفرادیت اس لئے بھی نمایاں ہے کہ اس میں کہانی کو جیتے جاگتے اور آمنے سامنے پھرتے انسانوں اوران کے جذبات کے وساطت سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

کسی بھی ڈراما کی کامیابی کا دارومدار اُس کے مختلف عناصر یا اجزائے ترکیبی پر منحصر ہوتا ہے۔ جنہیں دیگر الفاظ میں فنی عناصر یا اصطلاحات کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ایک معیاری اور عمدہ ڈرامے کے مختلف فنی عناصر یا اصطلاحات میں کہانی، پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ، خود کلامی، آغاز، موضوعات کا تنوع، زبان و بیان، تسلسل، کشمکش، نقطہ عروج، اختتام، اسٹیج، تماشائی، اسلوب، منظر نگاری، ان ڈور، آوٹ ڈور، تھیٹر، کٹ، ایکشن، مونتاج، آرائش و موسیقی، فلیش بیک پنچنگ لائن اور تخیل وغیرہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ جب کہ مندرجہ بالا عناصر کے علاوہ ڈرامے میں تکنیک کا کردار بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

دنیا کے دیگر زبانوں کی طرح اُردو زبان و ادب نے بھی مختلف اصناف اور صفات کے لئے کچھ قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ اور یہی قوانین لکھاری کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک مخصوص لائحہ عمل اور خاص دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی

تخلیق مقرر کرے۔ اگر ان قوانین یا حدود کو ہٹا دیا جائے تو نہ شعرا اپنی شاعری میں قافیہ ردیف یا لازمی اُمور کا خیال رکھیں گے اور نہ ہی نثر نگار مختلف اصناف جیسا کہ داستان، ناول، افسانہ اور ڈراما وغیرہ میں رازو رموز کی پاسداری کریں گے۔ یہ ان ہی حدود و قیود کی کارستانی ہے کہ آج ہمیں اُردو زبان و ادب میں مختلف قسم کے شاہکار کارنامے مختلف اصناف یا صفات کی صورت میں میسر ہیں۔ جن میں تنقید، تحقیق اور تکنیک وغیرہ بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ تکنیک ایک ایسا ترازو ہے جس کی کسوٹی پر ایک تخلیق کار اپنے فن کا احاطہ کرتا ہے۔ پروفیسر انور جمال کے نقطہ نظر میں:

"وہ طریقہ جس سے کوئی فنکار اپنے موضوع کو بیان کرتا ہے تکنیک ہے۔" (۳)

"۴ اپریل ۱۹۱۴" کو لاہور کے ایک عام گھرانے میں آنکھ کھولنے والے بچے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ مستقبل میں یہ ننھا بچہ جس کا اصل نام دلاور حسین تھا اُردو ادب میں خاص نام و مقام پیدا کرے گا۔ دلاور حسین نے اپنی پیشہ ورانہ اور تخلیقی صلاحیتوں کی بنا پر اُردو زبان و ادب میں بے پناہ شہرت حاصل کی۔ اُنہوں نے اُردو بان و ادب کی کسی مخصوص صنف پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مختلف صفات اور اصناف میں طبع آزمائی کی۔ اس دوران اُنہوں نے الگ الگ تخلص اپنائے۔ جن میں پہلے عاصی پھر ادیب اور بعد میں میرزا ادیب شامل ہیں۔ میرزا ادیب نے ہمیشہ قارئین اور ناظرین کی سوچ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سادہ اور سہل الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیا ہے۔ میرزا ادیب نے ناول، افسانہ، تبصرہ نگاری، کالم نگاری، تنقید نگاری اور ڈراما کے میدان میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے بچوں کے لئے بھی کہانیاں اور ڈرامے لکھے ہیں۔ پروفیسر عرش صدیقی میرزا ادیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میرزا کے بارے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی تک اس کا فن کسی جگہ رکنے نہیں پایا۔
یہ اس کا کمال ہے کہ اس نے ہر اس صنف میں کمال حاصل کیا جس پر اس نے توجہ صرف کی۔" (۴)

ایک مصنف عموماً اپنے دور میں مختلف اصناف میں طبع آزمائی کرتا ہے۔ کبھی وہ ناول لکھتا ہے کبھی داستان، افسانہ تو کبھی ڈراما۔ تاہم ان تمام چیزوں کے مابین تفریق کا پیمانہ تکنیک ہے۔ تکنیک کے ذریعے کسی نظم، ڈرامے یا داستان وغیرہ کا مواد اپنی مطلوبہ بناوٹ اختیار کرتا ہے۔ تکنیک کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو میرزا ادیب نے اپنی عمدہ تکنیک اور فنکارانہ صلاحیتوں کا ماہرانہ استعمال کرتے ہوئے کئی یادگار ڈرامے تخلیق کئے ہیں۔ اُنہوں نے ڈراموں کی مختلف اقسام میں اعلیٰ پائے کے ڈرامے مرتب کئے ہیں۔

یوں تو میرزا ادیب کے ڈراموں کے کئی مجموعے ہیں۔ جن میں " آنسو اور ستارے، لہو اور قالین، فصیلِ شب، پسِ پردہ، شیشہ و سنگ" خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں جب کہ ایک تمثیلی ڈراما "شیشے کی دیوار" جو کہ پانچ ابوب پر مشتمل ہے وہ

بھی اپنی مثال آپ ہے۔ مذکورہ تحریر کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو میرزا ادیب کے ڈراموں کے پہلے مجموعے یعنی کہ ''آنسو اور ستارے ''میں مختلف یک بابی ڈرامے شامل ہیں۔ جن میں سحر سے پہلے، آنسو اور ستارے، شہنائی، مادرِ قوم، نند کمار، رومان، سیکرٹری، اور یوں بھی ہوتا ہے، کسی کی یاد میں، مثبت + منفی = صفر، اجنبی، خواب گریز پا اور اپنا گھر شامل ہیں۔ اسی طرح ''لہو اور قالین'' کے مجموعے میں فن کار، غزالہ، دیوار، چور، مسافر، رقصِ شرر، بہن، سمندر کا دل، بچہ گاڑی، لہو اور قالین، بیٹا، اور دو اجنبی شامل ہیں۔ میرزا ادیب کے ڈراموں کے ایک اور مجموعے ''فصیلِ شب'' میں اماں۔ اماں جان، اپنا پنا راگ، وعدہ، اندھیروں کے سائے، آقائے ولی نعمت، دروازہ، جمیلہ، فاطمہ برناوی اور کالا آدمی موجود ہیں۔ جب کہ ڈراموں کے مجموعے ''پسِ پردہ'' میں گود، رحیلہ، ہمہ آفتاب است، کھڑکی، دستک، روشنی والا، شہد، دالان اور صوفہ جیسے یک بابی ڈرامے شاملِ حال ہیں۔ میرزا ادیب کے ایک اور ڈراموں کے مجموعے ''شیشہ و سنگ'' میں شیشہ و سنگ، فاتح قسطیطینہ، نواب سراج الدولہ، سید احمد شہید، نواب جھجر، ذوق و شوق، مسجدِ قرطبہ، احمد شاہ ابدالی، حضرت محل، سلطان محمود غزنوی شاملِ حال ہیں۔ جب کہ ان کا ایک ڈراما ''شیشے کی دیوار'' ہے جو کہ پانچ ابواب پر مشتمل سراسر تمثیلی ڈراما ہے۔

میرزا ادیب نے اپنے ڈراموں کے مجموعے ''آنسو اور ستارے'' کے زیادہ تر ڈراموں میں اشاراتی تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے مکالموں کی خصوصیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مجموعے کے زیادہ تر ڈراموں میں میرزا ادیب نے سہل الفاظ اور مختصر مکالموں کے سہارے قارئین اور ناظرین کو عمدہ پیغامات دینے کی کوشش کی ہے۔ آنسو اور ستارے مجموعے میں شامل یک بابی ڈراما ''سیکرٹری'' میں میرزا ادیب نے مختلف قسم کے حالات و واقعات اور انسان کے اپنے بنائے ہوئے اُصولوں کے باوجود انسانی جذبات، انسانیت اور انسان کی فضیلت کو تمام باتوں پر فوقیت دی ہے۔ وہ ایک جگہ پر تحریر کرتے ہیں:

رضیہ : میں نے انہیں واپس بھیج دیا ہے۔ جان ہے تو جہان ہے۔ صحت قائم رہی تو لیکچر بھی ہو جائے گا۔

پروفیسر: آج انیس سال کی مدت میں پہلا دن ہے کہ میں لیکچر نہ دے سکا۔ میں اپنا فرض ادا نہیں کر سکا۔

لڑکوں کو یہیں بلایا تھا مگر تم نے انہیں مایوس کر کے بھیج دیا۔(۵)

کچھ لوگ سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں جس کے لئے وہ بے ضمیری اور لالچ وغیرہ کا سہارا لے کر اپنے عزیزوں، دوستوں یا پھر کسی فنکار کے فن کا سودا کرنے کے علاوہ اُن کے اعتماد کا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس قسم کی وارداتیں تقریباً ہر روز الگ الگ روپ میں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ ڈراما لہو اور قالین میرزا ادیب کے

یک بابی ڈراموں میں ایک نہایت خوبصورت اور زبردست کاوش ہے۔اس ڈرامے میں اُنہوں نے معاشرے میں پائے جانے والے ایسے مسائل کی نشاندہی کی ہے جو کہ ہمارے معاشرے میں کہیں نہ کہیں روزمرہ کا معمول اور المیہ بن چکے ہیں۔اس ڈرامے کی مکالمہ بازی نہایت شاندار ہے جس کی مثال ہمیں مندرجہ ذیل پیراگراف سے ملتی ہے۔

”تجمل: تم مجھے دھوکہ دیتے رہے اب تک۔

اختر: دھوکہ یا کچھ اور۔ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ نیازی کو وقتاً فوقتاً سکے ملتے رہے۔ مجھے بنی بنائی تصویریں اور آپ کو فن کی قدر افزائی اور مصور نوازی کے لئے سوسائٹی میں عزت و احترام۔“(٦)

جب ایک ملک کسی دوسرے اور خاص طور سے مسلمان ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مقبوضہ علاقے کے لوگ قابض فوج سے صرف اور صرف جذبہ ایمان کے تحت لڑتے ہیں۔وہ یہ پرواہ نہیں کرتے کہ اُن کے پاس مال و دولت، ہتھیار یا وسائل کی کمی ہے۔وہ صرف اپنے وطن کی آزادی کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں اور یہی غیرت مند قوموں کی نشانی ہے۔یہی وجہ ہے کہ میرزا ادیب نے اپنے بعض ڈراموں کی کہانیوں میں عزت، غیرت، خودی، بہادری اور خاص کر آزادی کا درس دیا ہے۔اُنہوں نے اکثر و بیشتر غیور اور آزادی کے متوالوں کا ذکر بڑے پُرتپاک انداز میں کیا ہے۔میرزا ادیب نے اس بات پر بھی ذور دیا ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے مردوں کے ہمراہ عورتوں کا کردار بھی اپنی جگہ مسلم اور اہمیت کا حامل ہے۔اس مقصد کے لئے اُن کا ایک بابی ڈراما ”جمیلہ“ قابلِ ذکر ہے جو کہ اُن کے ڈراموں کے مجموعے ”فصیلِ شب“ میں شامل ہے۔

میرزا ادیب کے ڈراموں کے ”مجموعے پسِ پردہ“ میں موجود ڈراما ”دستک“ کا شمار اُن کے بہترین ڈراموں میں ہوتا ہے۔اس ڈرامے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انسانی ضمیر کا کردار کیا ہوتا ہے۔یعنی جب کسی انسان کا ضمیر زندہ ہو تو وہ اُسے ہر بُرے کام پر لعن طعن اور ملامت کرتا رہتا ہے۔ یہ انسان کے اندر کی آواز ہے جو اکثر اوقات اچھائی پر خوش اور برائی پر سراپا احتجاج رہتا ہے۔میرزا ادیب کا ڈراما دستک ایک رمزیہ ڈراما ہے۔ جس میں مختلف باتوں کو سمجھانے کے لئے زبردست اشاروں کنائیوں سے کام لیا گیا ہے۔اس بات کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ اس ڈرامے کا نام دستک بذاتِ خود ایک تمثیل ہے۔ یہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز نہیں بلکہ انسانی ضمیر کی آواز ہے جسے دستک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ڈراما دستک میں ایک جگہ پر میرزا ادیب لکھتے ہیں:

”برہان: اس واقعے میں ایک بات کا اضافہ کر لیجئے۔ میں اُنہیں بڑے میاں کا پوتا ہوں جس کا بیٹا اس رات ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا تھا۔

زیدی: تم!

بیگم: برھان بیٹا

برھان: اچھا خدا حافظ! ڈاکٹر صاحب اطمینان کے ساتھ سو جایئے! اب دروازے پر دستک نہیں ہونی چاہیئے۔ آرام کیجئے۔ شب بخیر۔ کل حاضر ہوں گا۔"(۷)

میرزا ادیب کی ایک خاصیت جو اُنہیں دیگر ڈراما نگاروں سے ممتاز کرتی وہ یہ ہے کہ اُن کے مکالمے چھوٹے لیکن نہایت پُر اثر اور زندگی سے بہت قریب ہیں جن میں اصل زندگی کا عکس اور اپنائیت کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے جس کی مثال ہے کہ ڈراما"شیشے کی دیوار" جو کہ ایک تمثیلی ڈراما ہے اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس ڈرامے میں انسانی دماغ کی خستہ حال ماحول سے کشمکش اور ناموافق حالات کے دوران انسانی ذہن کے اعلیٰ اور مقبول فیصلوں کی عمدہ عکاسی کی گئی ہے۔ میرزا ادیب نے اس ڈرامے میں چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کی انسانی زندگی میں اہمیت کو بڑی نفاست سے اُجاگر کیا ہے۔ جس کے لئے اُنہوں نے تمثیلی انداز اپنایا ہے۔ اُنہوں نے اس ڈرامے میں انسانوں کی آپس میں بدگمانی اور ناچاقی کو بھی بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ میرزا ادیب کے مطابق فنکار کو چاہیئے کہ وہ ہر قسم کے حالات و واقعات میں لوگوں کو مثبت پیغام دے۔ ڈراما شیشے کی دیوار میں ایک جگہ پر میرزا ادیب رقمطراز ہوتے ہیں:

"رُشدی: ہم لوگ جو فنکار ہیں زندگی کے سپاہی ہیں۔

(فیضی زرا رُک کر رشدی کو دیکھتا ہے)

فیضی: یقیناً زندگی کے سپاہی۔ مگر صرف خندقیں کھودنے والے۔ کڑکتی دھوپ میں منوں مٹی اٹھانے والے۔ رات کے اندھیاروں میں خون پسینہ بہانے والے۔ ایک دن ہم انہی خندقوں میں ہمیشہ کی نیند سو جائیں گے! اور سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ سب کچھ۔ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔"(۸)

میرزا ادیب ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔ اُن کی ادبی جہات میں انتہائی تنوع پایا جاتا ہے۔ اُردو زبان و ادب میں وہ بے قرار طبعیت کے مالک ہیں۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے کسی ایک صنف یا کسی واحد صفت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر لحظہ نئے نئے میدانوں میں اپنا نوکِ قلم آزماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرزا ادیب نے بچوں کے لئے بھی عمدہ ادب تخلیق کیا۔ اُنہوں نے مختلف قسم کی کہانیوں کے ہمراہ بچوں کے لئے بھی کئی عمدہ ڈرامے مرتب کئے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ میرزا ادیب کی محبت اور شفقت بھری شخصیت ہے۔ وہ بچوں کو قوم کا مستقبل قرار دیتے ہیں۔ انور سدید بچوں کے ادب کے بارے میں میرزا ادیب کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"بچوں کے ادب میں میرزا ادیب نے معتدبہ اضافہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس بچے کی طرح کہانیاں تخلیق کی ہیں جو جھاگ کے بلبلے بنا رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے۔"(۹)

میرزا ادیب کی جانب سے بچوں کے لئے تخلیق کردہ ڈراموں میں عمر فاروق، طارق بن زیاد، ایک مسافر، ایک بوڑھیا، دو دوست، قربانی وعدہ، پناہ، ظہیر الدین بابر، ایک راجپوت نوجوان، عید آئی، تیس مار خان، طارق، مہمان، شیخ جنید بغدادی، چار مشاعرے، پہاڑ اور گلہری، ایک گائے اور بکری، ایک مکڑا اور مکھی کے ساتھ ساتھ ہمدردی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح بچوں کے حوالے سے میرزا ادیب کے ڈراموں کے مجموعوں میں "قوم کی بیٹی، نانی اماں کی عینک، ماسٹر جن، وطن کی پکار، وہ ڈاکٹر نہیں تھا، اور ماں کا خواب، وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جن میں مختلف موضوعات پر مبنی ڈرامے موجود ہیں۔ میرزا ادیب کی سب سے خاص بات یہ رہی ہے کہ اُنھوں نے بچوں کے بارے میں ڈرامے ترتیب دیتے وقت اُن کی ذہنی صلاحیتوں اور استعداد کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ میرزا ادیب نے بچوں کے ڈراموں میں ہمیشہ دلچسپ عناصر کے ساتھ ساتھ تاریخی واقعات اور تاریخی شخصیات کو بنیاد بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بچوں کو اپنا پیغام نہایت آسان طریقے سے پہنچانے میں کامیاب رہے ہیں۔ اُن کے خیال میں بچوں پر جو بات ڈرامائی انداز سے اثر انداز ہو سکتی ہے وہ کڑواہٹ یا پھر کسی دوسرے انداز سے اتنی آسانی سے ممکن نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں میرزا ادیب کے ڈرامے جن ماسٹر کے مکالمے غور طلب ہیں:

"منیر: امی!----اس نے ہمیں بڑے پیار سے سوال سمجھائے۔ ہمیں بڑی مزیدار ٹافیاں کھلائیں۔ امی اب میں حساب سے نہیں ڈرتا۔ میں پاس ہو جاؤں گا امی!

اکبر: اس کا طریقہ ہمارے استاد سے مختلف تھا خالہ جان! اس کی بات میں بڑی شفقت تھی۔"(۱۰)

میرزا ادیب نے یک بابی ڈراموں کو خاص طور سے بامِ عروج تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یک بابی ڈراما چونکہ ڈراما کی ایک انتہائی مشکل قسم ہے۔ جس میں کم سے کم وقت میں ناظرین کو اپنا مدعا سمجھانا ہوتا ہے لہذا اس وجہ سے ڈراما نگار کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن میرزا ادیب نے کمال مہارت اور تکنیک کا مظاہرہ کرتے ہوئے یک بابی ڈراموں کی کہانیوں کو فنی، فکری اور معنوی لحاظ سے استحکام فراہم کیا۔ اُنھوں نے تکنیک کا نہایت مدبرانہ استعمال کر کے انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔

میرزا ادیب نے اپنے ڈراموں کی کہانیوں کے پلاٹ کو نہایت شعوری انداز میں ترتیب دیا ہے۔ وہ عموماً مکالموں اور مناظر کشی میں کمال فنِ مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ خاص طور سے مکالموں کو اس انداز سے ترتیب دیتے کہ ہر مکالمہ دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا محسوس ہوتا ہے جو کہ قارئین و ناظرین کو ہر آن اپنے حصار میں جکڑے رکھتا

ہے۔میرزا ادیب کے مکالموں کی پیش کش نہایت سادہ اور بے تکلف ہے۔ان کے ڈراموں میں ماورائی اور تخلیقی دنیا کے بجائے حقیقی زندگی کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

میرزاادیب بلا شبہ ڈراما نگاری اور خاص طور پر اُردو کے یک بابی ڈراموں کے لحاظ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں۔وہ بچوں،بڑوں اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حقوق کے بھی بھرپور قائل رہے ہیں۔اُنہوں نے عورتوں کے لئے بھی عمدہ پائے کے ڈرامے پیش کئے ہیں۔اُن کا شمار بغیر کسی شک و شبے کے اُردو ادب کی قد آور شخصیات میں کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان و ادب میں جب بھی ڈراما کی صنف پر بات ہو گی میرزا ادیب کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱ : رحمان مذنب،ڈرامہ اور تھیئٹر،(عالمی تاریخ)،لاہور، نقوش پریس،س ن،ص:۲۹

۲ : وقار عظیم سید،پروفیسر،اُردوڈراما(تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ)لاہور،الوقار پبلی کیشنز،س ن،ص:۵۴

۳ : انور جمال،پروفیسر،ادبی اصطلاحات،اسلام آباد،نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۶،ص:۸۲

۴:عرش صدیقی،پروفیسر،ایم اے،میرزاادیب کے بہترین افسانے،لاہور،مکتبہ میری لائبریری(ناشر، تاجر)س ن،ص:۹

۵ : میرزاادیب،"آنسو اور ستارے"لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۵۳ء،ص:۱۵۰

۶ : میرزاادیب،"لہو اور قالین"لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۵۵ء،ص:۲۰۳

۷ : میرزاادیب،"پس پردہ"لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۶۷ء،ص:۱۱۹

۸ : میرزاادیب،"شیشے کی دیوار"لاہور:مقبول اکیڈمی،۱۹۶۲ء،ص:۲۰

۹ : انور سدید،ڈاکٹر،حباب آسا،مشمولہ،نقوش،دسمبر ۱۹۸۷،ص:۲۴۱

۱۰: میرزاادیب،جن ماسٹر،لاہور،مقبول اکیڈمی،س ن،ص:۶۴